۷

رمضان المبارک کے فوائد

(فرمودہ یکم مارچ ۱۹۲۹ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ[1]

اور فرمایا۔

رمضان کے فوائد اور اس کے اندر جو حکمتیں ہیں وہ اکثر بیان ہوتی رہتی ہیں اور ہماری جماعت کے لوگ ان سے ناواقف نہیں اس لئے بعض سالوں میں مَیں اس مضمون کو نہیں چھیڑا کرتا اور اس سال تو رمضان کے ابتدائی خطبے پڑھنے کا مجھے موقع ہی نہیں ملا۔ مگر چونکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت میں ہر سال بہت سے نئے لوگ داخل ہوتے ہیں اور اخبارات کے پرانے فائلوں کا پڑھنا اور ان میں درج شدہ مضامین پر آگاہی حاصل کرنا چونکہ ناممکن ہوتا ہے اس لئے ہمیشہ اس بات کی ضرورت رہتی ہے کہ ایسے امور بیان ہوتے رہیں جو رمضان کی خصوصیات سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ دو تین دن ہوئے مجھے ایک دوست کا خط ملا اس نے افسوس کا اظہار کیا کہ رمضان کے شروع میں الفضل آنے پر مجھے امید تھی کہ رمضان المبارک کے فوائد پر اس میں خطبہ ہو گا اور ہمارے دفتر میں بہت سے تعلیم یافتہ لوگ اس کے متعلق دریافت کرتے تھے لیکن افسوس کہ ایسا خطبہ نہیں تھا اس لئے مجبوراً بذریعہ خط یہ سوال پوچھتا ہوں۔

میں سمجھتا ہوں یہ خیال کہ چونکہ پہلے کئی دفعہ یہ امور بیان ہو چکے ہیں اس لئے بار بار ان کے

بیان کرنے کی ضرورت نہیں غلط ہے۔ یوں بھی عام طور پر لوگ بھول جایا کرتے ہیں اور توجہ دلانے کے محتاج ہوتے ہیں۔ لیکن جو جماعت تبلیغ کا کام کرتی ہے اور جس کی تعداد نہ صرف نوزائیدہ بچوں سے بلکہ نو وارد لوگوں سے بھی جو مختلف جماعتوں اور مذاہب سے آتے ہیں بڑھتی رہتی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اہم اور ضروری امور بار بار بیان ہوتے رہیں تا اس کے نو وارد لوگوں کی واقفیت میں کمی نہ رہ جائے۔

میری طبیعت کے لحاظ سے اس وقت رمضان پر تفصیلی طور پر بیان کرنا مشکل ہے۔ کیا بلحاظ اس کے کہ میں عرق النساء کے باعث بیمار ہوں اور اسی وجہ سے باوجود قادیان میں موجود ہونے کے گذشتہ جمعہ میں نہیں آسکا تھا اور کیا بلحاظ اس کے کہ میں بوجہ بیماری روزہ دار نہیں اور روزہ نہ رکھتے ہوئے روزہ کے فوائد اور اس کی حکمتیں بیان کرنا طبیعت پر گراں گزرتا ہے۔ لیکن چونکہ جماعت کے فوائد شخصی میلانوں پر مقدم ہوتے ہیں اس لئے باوجود کراہت کے میں نے ضروری سمجھا کہ کچھ بیان کردوں۔

اس دوست نے تین سوال کئے تھے جن میں سے پہلا یہ تھا کہ روزہ کی غرض کیا ہے اور اس کے کیا فوائد ہیں؟ اس کا جواب مختصر اور چھوٹا تو یہی ہے کہ قرآن کریم نے خود یہ سوال پیدا کیا ہے۔ صاف لفظوں میں نہیں بلکہ صرف اشارہ کیا ہے۔ فرمایا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ یعنی مسلمانوں پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے اور پہلی جماعتوں پر فرض کئے گئے تھے۔ یہاں قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے اور قرآن نے اس سوال کو خود پیدا کیا ہے کہ صرف کسی قوم میں کسی رواج کا پایا جانا یا پہلوں میں کسی دستور کا ہونا اس امر کی دلیل نہیں ہوسکتا کہ آئندہ نسلیں بھی ضرور اس کا لحاظ رکھیں۔ بیسیوں باتیں ایسی ہیں جو پہلے لوگوں میں موجود تھیں لیکن دراصل وہ غلط ہیں اور بیسیوں باتیں ایسی ہیں جو آج لوگوں میں پائی جاتی ہیں حالانکہ وہ غلط ہیں۔ پس محض اس وجہ سے کہ پہلی قومیں کوئی بات کرتی رہی ہیں یہ نتیجہ نکالنا کہ آئندہ بھی وہ کی جائے صحیح نہیں۔ قرآن کریم نے اس اعتراض کے وزن کو قبول کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ پہلی امتوں میں روزہ کا وجود اس کی فضیلت کی کوئی دلیل ہے بلکہ اس کے صرف یہ معنے ہیں کہ تم پر یہ کوئی زائد بوجھ نہیں بلکہ پہلوں پر بھی یہ بوجھ ڈالا گیا تھا۔ پس یہ روزوں کی فضیلت کی کوئی دلیل نہیں فضیلت کی دلیل آگے بیان فرمائی ہے کہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔

پہلوں کا حوالہ تو صرف اس لئے دیا کہ تا مسلمان اسے کوئی بوجھ محسوس نہ کریں اور یہ نہ کہدیں یہ چٹی ہم پر ڈال دی گئی ہے۔ اور آگے اس امر کا جواب کہ ہمیں روزے کیوں رکھنے چاہئیں یہ ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تا تمہیں تقویٰ حاصل ہو۔ پس اس آیت کے آخری جملہ میں وہ وجہ بیان کی ہے جس سے روزوں کی ضرورت ثابت ہوتی ہے اور وہ یہ کہ تا تمہیں اتقاء نصیب ہو۔ اتقاء کے کیا معنی ہیں یہ لفظ وقایہ سے ہے جس کے معنی حفاظت کا ذریعہ ہیں۔ یا وہ چیز جس سے انسان دوسرے کے حملہ سے محفوظ رہ سکے اسے وقایہ کہا جاتا ہے پس لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ کے یہ معنے ہوئے کہ تا تم ہر شر اور فضیلت کے فُقدان سے محفوظ رہو۔ ضُعف دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ انسان کو کوئی شر پہنچ جائے اور دوسرے یہ کہ کوئی نیکی اس کے ہاتھ سے جاتی رہے۔ جیسے کوئی کسی کو مار بیٹھے تو یہ بھی ایک شر ہے۔ اور دوسرا یہ بھی شر ہے کہ کسی کے ماں باپ اس سے ناراض ہوں۔ اگر کسی کے والدین ناراض ہو کر اس کے گھر سے نکل جائیں تو بظاہر اس کا کوئی نقصان نظر نہیں آتا بلکہ ان کے کھانے کا خرچ بچ سکتا ہے۔ لیکن ماں باپ کی رضامندی ایک خیر ہے' برکت ہے' فلاح ہے اور جب وہ ناراض ہو جائیں تو انسان اس خیر سے محروم ہو جاتا ہے۔ یعنی ایک یہ کہ کوئی کسی کے سر پر لٹھ مارنے لگا ہے وہ اس سے بچ جائے تو وہ شر سے محفوظ رہا اور دوسرے یہ کہ کوئی خیر ہاتھ سے جاتی رہے اور اتقاء ان دونوں باتوں پر دلالت کرتا ہے اور متقی وہ ہے جسے ہر قسم کی خیر مل جائے اور وہ ہر قسم کی ذلّت اور شر سے محفوظ رہ سکے اس سے آگے پھر شر کا دائرہ بھی ہر کام کے لحاظ سے محدود ہے مثلاً اگر کوئی شخص گاڑی میں سفر کر رہا ہے تو اس کا شر سے محفوظ رہنا یہی ہے کہ وہ گر نہ جائے یا اسے کوئی حادثہ پیش نہ آئے اور بحفاظت منزلِ مقصود پر پہنچ جائے۔ سواری کے متعلق جب یہ لفظ بولا جائے تو اس سے ایسے ہی شر مراد ہو سکتے ہیں جن کا تعلق سوار سے ہے اسی طرح روزے کے تعلق میں بھی ایسے ہی خیر اور شر مراد ہو سکتے ہیں جن کا تعلق روزے سے ہو اور روزہ ایک دینی مسئلہ ہے یا بلحاظ صحتِ انسانی دُنیوی امور سے بھی معمولی تعلق رکھتا ہے۔ پس لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ کے معنی ہوئے تا تم دینی شرور سے محفوظ رہو' دینی خیر و برکت تمہارے ہاتھ سے نہ جاتی رہے یا تمہاری صحت کو نقصان نہ پہنچ جائے۔ بہت سے روزے امراض سے نجات دلانے کا موجب ہو جاتے ہیں۔ آج کل کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ بڑھاپا یا کمزوری آتے ہی اس وجہ سے ہیں کہ انسان کے جسم میں زائد مواد جمع ہو جاتے ہیں اور ان سے بیماری یا موت پیدا ہوتی

ہے۔ بعض نادان تو اس خیال میں اس قدر ترقی کر گئے ہیں کہ کہتے ہیں جس دن ہم زائد مواد کو فنا کرنے میں کامیاب ہو گئے اُس دن موت دنیا سے اُٹھ جائے گی۔ اگرچہ یہ خیال غلط ہے تاہم اس میں شک نہیں کہ تھکان اور کمزوری وغیرہ جسم میں زائد مواد جمع ہونے سے ہی پیدا ہوتی ہے اور روزہ اس کے لئے بہت مفید ہے۔ شریعت نے بیمار اور مسافر کو روزہ رکھنے سے منع کیا ہے اور تندرست کے لئے ضروری ہے اور میں نے دیکھا ہے صحت کی حالت میں جب روزے رکھے جائیں تو دورانِ رمضان میں بے شک کچھ کوفت محسوس ہوتی ہے مگر رمضان کے بعد جسم میں ایک نئی قوت اور تر و تازگی کا احساس ہونے لگتا ہے یہ فائدہ تو صحتِ جسمانی کے لحاظ سے ہے مگر اس کے بہت سے باطنی فوائد بھی ہیں۔ اور ایک قومی فائدہ یہ ہے کہ قوم میں غریب امیر ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں غرباء بیچارے سارا سال تنگی سے گذارہ کرتے ہیں اور انہیں کئی فاقے آتے ہیں مگر وہ ان کے لئے کسی ثواب کا موجب نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے ذریعہ انہیں توجہ دلائی ہے کہ وہ ان فاقوں سے بھی ثواب حاصل کر سکتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے لئے فاقوں کا اتنا بڑا ثواب ہے کہ حدیث میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ساری نیکیوں کے فوائد اور ثواب الگ الگ ہیں اور روزہ کا ثواب میری ذات ہے[2] تو اِس میں غرباء کو کیا ہی عجیب نکتہ بتلایا کہ ان تنگیوں پر بھی اگر وہ بے صبرے اور ناشکرے نہ ہوں اور حرفِ شکایت زبان پر نہ لائیں (جیسے بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمیں خدا نے کیا دیا ہے کہ نمازیں پڑھیں اور روزے رکھیں جنہیں بہت سا رزق دیا ہے وہ روزے رکھتے اور نمازیں پڑھتے پھریں) اور سمجھ لیں کہ خدا نے ان کی ترقی کے بھی سامان بہم پہنچائے ہیں اور ساتھ ہی اپنی حالت کی اصلاح کے لئے کوشش بھی کرتے رہیں تو یہی فاقے ان کے لئے نیکیاں بن جائیں اور ان کا بدلہ خود خدا بن جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے روزوں کو غرباء کے لئے تسلی کا موجب بنایا ہے تا وہ مایوس نہ ہوں اور یہ نہ کہیں کہ ہماری فقر و فاقہ کی زندگی کس کام کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے روزہ میں انہیں یہ گُر بتایا ہے کہ اگر اسی فقر و فاقہ کی زندگی کو وہ خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق چلائیں تو یہی انہیں خدا تعالیٰ سے ملا سکتی ہے۔ دنیا میں اس قدر لوگ امیر نہیں جتنے غریب ہیں اور تمام دینی سلسلوں کی ابتداء غرباء سے ہوئی اور انتہاء بھی غرباء پر ہی ہوئی۔ تقریباً تمام انبیاء بھی غرباء سے تعلق رکھتے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کوئی بڑے آدمی نہ تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی غریب تھے، رسول کریم ﷺ بھی

غریب تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی کوئی امیر نہ تھے۔ آپ کی جائیداد کی قیمت قادیان کے ترقی کرنے یا آپ کے الہامات کے باعث بڑھ گئی ورنہ اس کی قیمت خود آپ نے دس ہزار روپیہ لگائی ہے اور اتنی مالیت کی جائیداد سے کونسی بڑی آمد ہوسکتی ہے۔ پھر حضرت ابراہیم اور حضرت نوح عَلَيْهِمَا السَّلَام بھی بڑے آدمی نہ تھے۔ اگرچہ انبیاء کو اللہ تعالیٰ بعد میں بڑا بنا دیتا ہے اور تقریباً سب کو بعد میں بادشاہت دے دی لیکن یہ سب کچھ بعد میں فضلوں کے طور پر ہوا ابتداء میں تمام سلسلوں کے بانی غریب ہی ہوئے ہیں امراء اور بادشاہ نہیں ہوئے۔ درمیانی طبقہ کے لوگوں میں سے بھی بعض دفعہ ہو جاتے ہیں لیکن بادشاہ صرف چند ایک ہی ہوئے ہیں جیسے حضرت سلیمان یا داؤد عَلَيْهِمَا السَّلَام مگر یہ بھی ایسے نہیں ہیں کہ کسی سلسلہ کے بانی یا خاتم ہوں۔ پھر دنیا کی اسّی فیصدی آبادی غریب ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی دلجوئی رمضان کے ذریعہ کی اور بتایا کہ یہ مت سمجھو کہ فاقہ کش کو خدا تعالیٰ نہیں مل سکتا اگر ایسا ہوتا تو رمضان کے نتیجہ میں کیوں ملتا۔ کیا عمدہ نسخہ ہے ان اسّی فیصدی لوگوں کے لئے جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری عمر یونہی گئی۔ انہیں بتایا تم اپنے فاقوں کو اگر خدا تعالیٰ کے لئے کر دو تو اس سے بڑے بڑے فیوض حاصل کر سکتے ہو۔ باقی بیس فی صدی آبادی میں سے بھی کچھ تو ایسے ہی ہوتے ہیں جو ذرا اچھی حیثیت رکھتے ہیں بڑے امراء صرف دو تین فیصدی ہی ہوتے ہیں۔ مگر میں نے ان لوگوں کو بھی امراء میں شامل کر لیا ہے جو گاؤں اور دیہاتوں میں بڑے سمجھے جاتے ہیں ایسے لوگوں کو بھی ملا کر امراء کی تعداد بیس فیصدی ہوتی ہے۔ ان لوگوں کو بھی روزہ کا یہی فائدہ بتایا لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ ان کے لئے یہ تقویٰ کے حصول کا کس طرح ذریعہ ہوسکتا ہے؟ اس کی صورت یہ ہے کہ جب ایک انسان جس کے پاس کھانے پینے کے تمام سامان موجود ہیں۔ مگر باوجود ان کے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنے آپ کو فاقہ میں ڈالتا ہے اور خدا کو خوش کرنے کے لئے کچھ نہیں کھاتا اور جو حلال چیزیں خدا نے اسے دی ہیں انہیں بھی استعمال نہیں کرتا۔ اس کے گھر میں گھی، گوشت، چاول وغیرہ کھانے کی تمام ضروریات مہیا ہیں مگر وہ نہیں کھاتا اور خدا کے لئے انہیں ترک کر دیتا ہے اس کے لئے اس میں سبق ہے کہ جب میں اپنی چیزوں کو بھی خدا کے لئے چھوڑتا ہوں تو خلاف حکمِ الٰہی ان چیزوں کی جو میری نہیں کیوں خواہش کروں اور یہ کہ میں نے اپنی زندگی خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق بسر کرنی ہے۔

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذمہ غرباء کی خبر گیری رکھی ہے مگر عام حالت میں انہیں اس کا احساس نہیں ہوتا انہیں پتہ نہیں لگ سکتا کہ بھوکے انسان کو کس قدر تکلیف ہوتی ہے۔ روزے کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انہیں بھوک پیاس سے واقف کراتا ہے اور انہیں محسوس کراتا ہے کہ فاقہ کرنے والے کس تکلیف میں ہوتے ہیں تا وہ غرباء کی خبر گیری کی طرف متوجہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ رمضان میں بہت زیادہ خیرات کیا کرتے تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رمضان کے دنوں میں رسول کریم ﷺ تیز چلنے والی آندھی کی طرح صدقہ کیا کرتے تھے۔[۳] اس طرح امراء کے لئے بھی روزہ حصول تقویٰ کا ایک ذریعہ ہے اور اس سے دلوں میں غرباء کی خبر گیری کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح روزے قوم میں قربانی کی عادت پیدا کرنے کا موجب ہوتے ہیں۔ دین کی خدمت کے لئے جہاد کی بھی ضرورت پیش آسکتی ہے جبکہ گھروں سے باہر نکلنا پڑتا ہے اور جہاد میں کھانے پینے کی تکلیف کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ غرباء کو تو ایسی تکالیف کی برداشت کی عادت ہوسکتی ہے مگر امراء کو اس کا عادی ہونے کا موقع نہیں مل سکتا۔ پس روزوں کے ذریعہ ان کو بھی بھوک اور پیاس کی برداشت کی مشق کرائی جاتی ہے۔ جیسے گورنمنٹ نے ایک ٹریٹوریل فوج بنا رکھی ہے جسے ہر سال میں ایک ماہ کے لئے بُلا کر قواعد پریڈ سکھائے جاتے ہیں تا ضرورت کے وقت وہ بآسانی فوجی آدمی بن سکیں۔ اسی طرح رمضان کے روزے بھی مسلمانوں کے لئے ٹریٹوریل کی مشق کے دن ہوتے ہیں اور دنیا کے تمام مسلمانوں سے ایک ہی وقت میں مشقت کی برداشت کی مشق کرائی جاتی ہے، خواہ کوئی شہنشاہ ہو یا غریب تا جس دن خدا کی طرف سے آواز آئے کہ اے مسلمانو! آؤ اور خدا تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو۔ تو وہ سب اکٹھے اُٹھ کھڑے ہوں۔ روزے میں انسان کو کھانے کی کمی، نیند کی کمی، اور رشتہ داروں سے تعلقات کی کمی کی عادت کرائی جاتی ہے۔ کیونکہ روزہ میں بیوی سے بھی علیحدہ رہنا پڑتا ہے اور یہی وہ چیزیں ہیں جن سے جہاد میں سابقہ پڑتا ہے۔ پس روزہ کے ذریعہ مسلمانوں کو مشق کرائی جاتی ہے تا جب ضرورت پیش آوے وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی کرسکیں جس طرح کہ ٹریٹوریل کی مشق ہوتی ہے۔ وہاں تو جو بھرتی ہو اُسے ہی مشق کرائی جاتی ہے لیکن یہاں جو بھی مسلمان ہے اسے یہ مشق ضرور کرنی پڑتی ہے اس کے اندر اور بھی بہت سی خوبیاں اور فوائد ہیں لیکن میں چونکہ زیادہ دیر کھڑا نہیں ہوسکتا اور اتنا کھڑا ہونے سے ہی مجھے تکلیف ہوگئی ہے اس لئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

اِن کے دو سوال اور بھی ہیں جن کے جوابات میں مختصراً دے دیتا ہوں۔ ایک تو یہ ہے کہ روزے رمضان میں ہی کیوں رکھوائے جاتے ہیں سارے سال پر ان کو کیوں نہ پھیلا دیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک تواتر اور تسلسل نہ ہو صحیح مشق نہیں ہوسکتی۔ ہر مہینہ میں اگر ایک دو دن کا روزہ رکھ دیا جاتا تو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔ ایک وقت کے کھانے میں تو سیر وغیرہ کے باعث بھی دیر ہو جاتی ہے یا بعض اوقات اور مصروفیات کے باعث نہیں کھایا جاسکتا۔ مگر کیا اس سے بھوک پیاس کی برداشت کی عادت ہو جاتی ہے؟ حکومت بھی ٹریٹوریل والوں سے ایک مہینہ متواتر مشق کراتی ہے یہ نہیں کہ ہر مہینہ میں ایک دن ان کی مشق کے لئے رکھ دے۔ تو جو کام کبھی کبھی کیا جائے اس سے مشق نہیں ہوسکتی۔ مشق کے لئے پیوستہ کام نہایت ضروری ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے پورے ایک ماہ کے روزے مقرر فرمائے۔ اس سوال کے اور بھی کئی جوابات ہیں مگر اِس وقت میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ ایک تو یہ فوائد ہیں جو روزے سے حاصل ہوتے ہیں لیکن اصل غرض اتقاء ہے جس کی مختلف بیسیوں صورتیں ہیں۔ ڈاکٹر ذیابیطس کے مریضوں کو چالیس دن متواتر فاقہ کراتے ہیں یہ نہیں کہ ہر مہینہ میں چار پانچ فاقے کرا دیں کیونکہ ایسا کرنے سے کوئی فائدہ مریض کو نہیں پہنچ سکتا۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ تراویح کیوں پڑھی جاتی ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ تراویح جو ہمارے ملک میں رائج ہیں یہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں نہیں پڑھی جاتی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کو جاری کیا[۴] چونکہ تمام دن روزے سے ہونے کے باعث لوگ افطاری کے بعد کوفت دور کرنے کے لئے دیر تک باتیں کرتے رہتے تھے اور پھر تہجد کے لئے نہیں اُٹھ سکتے تھے اس لئے حضرت عمرؓ نے حافظ اور قاری مقرر کر دیئے جو نمازِ عشاء کے بعد مسلمان کو قرآن سنایا کریں۔ باقی اصل چیز تہجد ہے لیکن اس کا رمضان کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہیں۔ یہ فرض تو نہیں لیکن جسے خدا تعالیٰ توفیق دے اسے ضرور ادا کرنی چاہئے اور جو برداشت کر سکے اور ہر روز ہی تہجد کے لئے اُٹھنا چاہئے۔ اگر کوئی نہ اُٹھ سکے تو اسے تہجد کے وقت یونہی ذکرِ الٰہی کرنا چاہئے۔ بہرحال تہجد رمضان کے ساتھ مخصوص نہیں ہاں قرآن کریم کا زیادہ پڑھنا مسنون ہے۔ رسول کریم ﷺ قرآن کریم کا رمضان میں دَور کیا کرتے تھے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی آپ کو دَور کرانے کیلئے آیا کرتے تھے[۵] اس کے اندر حکمت یہ ہے کہ جب انسان خدا تعالیٰ کے لئے کھانا پینا ترک کرتا ہے تو اس کے معنے یہ

ہوتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں مرنے کو تیار ہے۔ مگر چونکہ خدا تعالیٰ نے حرام موت مرنے سے روکا ہے اس لئے وہ افطار کرتا ہے اسی لئے روزہ کا بدلہ خدا تعالیٰ ہے کیونکہ خدا تعالیٰ موت کے بعد ہی ملتا ہے۔ آگے زندگی کی دو صورتیں ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ خود زندہ رہنا اور دوسرے اپنے بعد نسل چھوڑ جانا۔ اور روزہ میں انسان پر موت کی یہ دونوں صورتیں وارد ہوتی ہیں۔ یعنی وہ کھانا پینا ترک کر کے اپنی موت پر آمادگی کا اظہار کرتا ہے اور بیوی سے تعلقات قطع کر کے اس بات پر آمادگی کا اظہار کرتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے لئے اپنی نسل کو بھی برباد کر دینے کے لئے تیار ہے اور روزہ میں موت کی ان دونوں اقسام کے نمونے وہ پیش کرتا ہے اور اس طرح خدا کی ملاقات کا مستحق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لقاء کا بہترین ذریعہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا کلام نازل ہو۔ قرآن کریم اگرچہ رسول کریم ﷺ پر نازل ہو چکا ہے لیکن جب انسان اس کی تلاوت کرتا ہے تو اس پر بھی ایک نیم وحی کی حالت ہوتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ اس کے لئے ہی نازل ہو رہا ہے۔ پس رمضان شریف میں تلاوتِ قرآن کریم مسنون ہے۔ باقی تراویح تو حضرت عمرؓ نے مقرر کی ہیں۔ آپ نے قاری مقرر کر دیئے کہ قرآن سنایا کریں تا نماز کی نماز، تلاوت کی تلاوت اور عبادت کی عبادت ہو جائے۔ یہ کوئی شرعی چیز نہیں شرعی چیز تہجد ہے مگر وہ بھی ضروری نہیں۔ لیکن ایسا احمق بھی کون ہوگا جو نیند چھوڑ کر اُٹھے بھی اسے موقع بھی ملے لیکن وہ اس سے فائدہ نہ اٹھائے اور یونہی بیٹھا باتیں کرتا یا حُقّہ پیتا رہے۔

پس تراویح کی یہی حقیقت ہے کہ چونکہ تلاوتِ قرآن کریم رمضان سے خاص تعلق رکھتی ہے اس لئے حضرت عمرؓ نے ایسا انتظام کر دیا کہ ایک شخص قرآن کریم سُنا دیا کرے تا مسلمانوں میں قرآن سے زیادہ وابستگی پیدا ہو اور روزہ کا جو فائدہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا لقاء حاصل ہو وہ اس طرح حاصل ہو سکے۔ (الفضل ۸۔ مارچ ۱۹۲۹ء)

---

۱ البقرہ: ۱۸۴

۲ بخاری کتاب الصوم باب ھل یقول انی صائم اذاشتم

۳ بخاری کتاب الصوم باب اجود ما کان النبی یکون فی رمضان

۴ بخاری کتاب الصوم باب فضل من قام رمضان

۵ بخاری کتاب الصوم باب اجود ما کان النبی یکون فی رمضان